

مرزا فرحت الله بیگ دالی میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم کمتب میں حاصل کرنے کے بعد ہندو کالی سے 1905 میں بی۔ اب 1907 میں وہ حیدر آباد گئے اور مختلف ملازمتوں پر مامور رہے اور ترقی کرتے کرتے اسٹنٹ ہوم سکریٹری کی۔ اے پاس کیا۔ 1907 میں انھوں نے اپنا سب سے پہلامضمون رسالہ'' افادہ'' آگرہ میں کھا۔ اور 1923 سے با قاعدہ مضامین کھنے گئے۔ انھوں نے تنقید، افسانہ، سوانح حیات، معاشرت اور اخلاق ہرموضوع پر پچھ نہ پچھ کھا اور اچھا کھا لیکن ان کے مزاحیہ مضامین سب سے زیادہ مشہور ہوئے۔

مرزا فرحت الله بیگ کے مضامین سات جلدوں میں 'مضامینِ فرحت' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔نظم کا مجموعہ 'میری شاعری' کے نام سے حچیپ چکا ہے۔اس میں بھی مزاحیہ رنگ نمایاں ہے۔

ہننے اور ہنسانے کا کوئی اصول مقرّر نہیں ہوسکتا۔ تمام مزاح نگار اپنا انداز جدا رکھتے ہیں۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کا بھی ایک مخصوص رنگ ہے جسے عظمت اللہ بیگ نے'' خوش مٰداقی'' کہا ہے۔ خوش مٰداقی میں قبقیم کے مواقع کم اور تبسم کے زیادہ ملتے ہیں۔ ان کے یہاں ایباانبساط ملتا ہے جسے دریا پاکہا جا سکتا ہے۔

مرزا فرحت الله بیگ کی مزاح نگاری میں دتی کے روز مرہ اور محاورات کا لطف پایا جاتا ہے۔ وہ اکثر ایسے محاورات اور الفاظ اپنی تحریر میں لاتے ہیں جو دتی کے لوگ گفتگو میں استعال کرتے ہیں۔زیر نظر مضمون ان کی انھیں خصوصیات کا آئینہ دار ہے۔



پھُول والوں کی سیر

یہ جڑوں ہی کی مضبوطی تھی کہ دتی کا سرسبز وشاداب چمن اگر چہ حواد نے زمانہ کے ہاتھوں پائمال ہو چکا تھا پھر بھی کسی بڑی سے بڑی طاقت کی ہمّت نہ ہوتی تھی کہ اس برائے نام بادشاہ کو تخت سے اُتار کر دتی کو اپنی سلطنت میں شریک کرے۔ دتی کے بادشاہ کا اقتدار ضرور کم ہوگیا مگر جوعقیدت رعایا کو بادشاہ سے تھی اُس میں ذرّہ برابر فرق نہ آیا اور جو محبت بادشاہ کو رعایا سے تھی وہ جیسی کی ولیں رہی۔ رعایا کی وہ کون سی خوثی تھی جس میں بادشاہ حصّہ نہ لیتے ہوں اور بادشاہ کا وہ کون سا رہنج تھا جس میں رعایا شریک نہ ہوتی ہو۔ بات بیتھی کہ دونوں جانتے اور جھتے تھے کہ جو ہم بیں وہ یہ بیں اور جو سے بیں وہ ہم بیں۔

اگرید دیکھنا ہو کہ اس زمانہ میں پھول والوں کی سیرکیسی ہوتی تھی تو ذرا آئکھیں بند کر کیجیے۔ میں دکھائے دیتا ہوں۔ قلعہ والوں کی بیہ حالت تھی کہ گویا شادی رچی ہوئی ہے۔ چوڑی والیاں بیٹھی دھانی چوڑیاں پہنا رہی ہیں۔ رنگریز نیں سُر خ دویتے رنگ رہی ہیں۔ کہیں مہندی پس رہی ہے۔ کہیں کڑا ہیاں نکالی جارہی ہیں۔کہاں کا کھانا اور کہاں کا سونا۔ اسی گڑ ہڑ میں

رات کے بارہ بجا دیے۔کوئی دو بجے ہوں گے

کہ سواری کا بگل ہوا۔ قلعہ کے لاہوری

دروازہ کے سامنے نوبت خانہ سے ملا ہوا

جو میدان ہے۔اس میں سواریاں آلگیں۔ تین سوا تین بجے ہوں گے کہ پہلی رتھ روانہ ہوئی۔آگے آگے رخیں اُن کے بیچھے دوسری سواریاں سب سے آخر میں نواب زینت محل کا سکھیال۔لاہوری دروازہ پر سواری کہ کیتان ڈگلس سواری کیتان ڈگلس



74

قلعد ارنے اثر کرسلامی دی۔ دروازہ کے باہر سے دگلہ پلٹن کا ایک پرا آگے ہولیا اور ایک پیچھے، شنہزادیوں کی سواری کے ادھر ادھر قلمانیاں مردانہ لباس پہنے کھڑکی دار پگڑیاں باندھے، ساتوں ہتھیار سجائے ساتھ ہوئیں۔ بیگات کی سواریوں کوتر کنوں کی پلٹنوں نے بھی ایس میں کورے کورے چہرے۔ شانوں پر کاکلیس پڑی ہوئیں۔ سر پر چھوٹا سا عمامہ، پہلو میں تلوار، ڈاب میں پیش قبض بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ ترکوں کی فوج دئی میں گھس آئی ہے۔ نواب زینے محل کی سواری کا بڑا ٹھاٹ تھا۔

غرض سواری مبارک ان سڑکوں پر سے گزر کر دتی دروازہ بہنچی دعافظوں نے سلامی دی اور جلوس سلطان جی کی سڑک پر پڑلیا۔ سورج نکلنے سے پہلے پہلے سواری پرانے قلعہ بہنچ گئی۔ شیر شاہ کی مسجد کے سامنے ہوا دار رکھا گیا۔ بادشاہ سلامت نے مسجد میں بہاز پڑھی۔ وظیفہ پڑھا۔ کوئی گھنٹہ آ دھ گھنٹہ قیام کر کے یہاں سے سواری بڑھی اورا بھی دن پوری طرح نہ نکلا تھا کہ ہمایوں کے مقبرہ پہنچ گئی۔ درگاہ شریف قریب ہی ہے۔ تھوڑی دیر میں وہاں پہنچ گئے۔ دلی والوں کو خاص اس درگاہ سے جوعقیدت ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ کسی قوم اور کسی ملّت کا آ دمی نہیں جو اس چوکھٹ پر سرنہ جھکا تا ہواور کوئی بدنھیب ہی ہوگا جو یہاں سے نامراد جاتا ہو۔

گرم گرم کیوان آرہا ہے، لوگ کھار ہے ہیں۔ جھؤ لا جھؤ ل رہے ہیں۔ کوئی اندر سے کی گولیاں منہ میں دبائے ہے۔
کسی کے حلق میں بیسن کی پُھلکی کچنس گئی ہے۔ سانس رکا جاتا ہے۔ مینھ برس کرنکل گیا تھا۔ پھر بھی پانی کی بوندیں درختوں میں
سے ٹپ ٹپ گررہی تھیں۔ادھر بوند کڑاہی میں گری ۔ تیل اڑا۔ادھر کسی کے منہ سے اوئی کی آواز نکلی۔ کسی کے ہاتھ پر چھینٹا پڑا۔
کوئی اوئی تو بہ ہے، کہہ کررہ گئی ۔ کوئی کلّہ سہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔دوسروں نے پھر پکڑ یہ کہہ بٹھا لیا کہ واہ بوا،نوج کوئی ایسا نازک
بن جائے۔ چھینٹا پڑتا ہی ہے۔ یوں کڑ ہائی چھوڑ کر کوئی نہیں اٹھ کھڑا ہوتا۔

مہرولی کے بازار کی کچھ نہ پوچھو۔ اس سرے سے اس سرے تک سارا آئینہ بند تھا۔ دنیا گھر کے سودے والوں کی دکا نیں لگ گئی تھیں۔ میوے مٹھائیوں اور کھلونوں سے بازار پٹا پڑا تھا۔ ایک طرف حلوائیوں کے ہاں پوریاں کچوریاں، بیوڑیاں، سہال اور اندر سے تلے جار ہے تھے تو دوسری طرف کبابوں، پراٹھوں، بریانی، مزعفر مُنتجن کی خوشبو سے سارا بازار بڑا مہک رہا تھا۔ گا ہک کہ ٹوٹے پڑتے ہیں۔ لیا کھایا۔ پتے وہیں کھینک آگے بڑھے۔ پنواڑن کی دکان پر پنچے بی پنواڑن ہیں کہ بالوں میں متی ملے، بڑھے۔ پنواڑن کی دکان پر پنچے بی پنواڑن ہیں کہ بالوں میں سرمہ لگائے، دانتوں میں متی ملے، بڑے ٹھاٹھ سے بیٹھی پان بنا رہی ہیں۔ یار لوگوں نے پان لیا دالے، خود کھائے، دوسروں کو کھلائے۔ پیک تھوکی، آگ بڑھے۔ پھول والوں کی دکانوں سے گجرے لیے، گلے میں ڈالے۔ ساتی کارنگ بھی آج کچھ نیا ہے۔

غرض خلقت کا یہ ججوم پھوار میں بھیگتا خس کے علیے جھلتا۔ آہتہ آہتہ مہرولی کی سڑک پرسے گزرا۔ یہ جلوس شاہی

پھول والوں کی سیر

دروازے کے سامنے بینج گیا۔ بادشاہ سلامت اوپر کی بارہ دری میں برآ مد ہوئے۔ بیگات کے لیے چلمنیں پڑ گئیں۔اب ساری بھیڑ سمٹ سمٹا کر باب ِظفر کے سامنے آگئی۔ بھاٹک کے سامنے بڑا کھلا میدان تھا۔ یہاں باج والوں نے اپنے کمال دکھائے۔ اکھاڑے والوں نے اپنے ہاتھ دکھائے۔سب کو حسب مراتب انعام ملا۔ کسی کو سیلا ملا۔ کسی کو دو شالہ ملا۔ کسی کو مندیل ملی۔ کسی کو کڑے والوں نے اپنے ہاتھ دکھائے۔سب کو حسب مراتب انعام ملا۔ کسی کو سیلا ملا۔ کسی کو دو شالہ ملا۔ کسی کو مندیل ملی۔ کسی کو کئی ہے اور امرا مجرا بجالائے۔ اوپر سے سارے مجمع پر گلاب پاشوں سے گلاب اور کیوڑہ چھڑ کا گیا۔ عظر اور پان سے تواضع کی گئی۔ بادشاہ کے اشارہ کرتے ہی ولی عہد بہادر نیچ اتر آئے۔لوگوں کے گلے میں پھولوں کے کنٹھ ڈال کر سب کو رخصت کیا۔ یہاں سے سلاطین زاد ہے اور شہزادے بھی جلوس کے ساتھ ساتھ ہو گئے۔ کوئی بارہ بجے ہوں گے کہ پکھا جوگ مایا جی پہنچ گیا۔

خیر، درگاہ شریف تو قریب ہی تھی۔ لوگ دس بجے پکھا چڑھا کر فارغ ہوگئے اور یہاں سے نکل سید ہے تھیں تالاب پہنچے۔ تھوڑی دیر میں بادشاہ سلامت کی سواری بھی آ گئی۔ بیگمات کے لیے جہاز پرچلمنیں پڑ گئیں وہ اندر جا بیٹھیں۔ بادشاہ سلامت نے مہتابی پر جلوس کیا۔ مصاحبوں اور دہلی کے اکثر امرا وشر فاکو اوپر بلا لیا گیا۔ سارے سیلانی تالاب کے کنارے جم گئے۔ تالاب میں سیکٹروں کشتیاں، بجرے اور نواڑے پہلے ہی سے پڑگئے تھے۔ آدھوں میں شاہی آتش بازسوار ہوکر ایک طرف چلے گئے۔ آتش بازی کی چبک سے سارا تالاب اور کنارے روشن ہوجاتے تھے اور پانی میں روشنی کے عکس کے سائے، کناروں پر خلقت کے ججوم، ان کے فُل ۔ آتش بازی کے عکس سے ان کے زرد زرد چہروں اور اوپر دھوؤں کے بادلوں نے ایک عیب خوفاک منظر پیدا کر دیا تھا۔

غرض دو بجے کے قریب آتش بازی ختم ہوئی۔ بادشاہ سلامت کی طرف سے شال دو شالے، مندیلیں اور سلے تقسیم ہوئے۔ کہیں تین بجے جاکرلوگوں کو فرصت ہوئی۔ سب اپنے اپنے ٹھکانوں پر جاپڑے۔ بادشاہ سلامت کی سواری رات ہی کو قطب سے نکل گئی اور روشن چراغ دہلی ہوتی ہوئی تیسرے پہر تک دہلی آگئ۔دوسرے روز لوگوں نے صبح ہی صبح اٹھ میوے، مٹھائیاں، پراٹھے، چھلے اور کھلونے خریدے۔ ٹھنڈے ٹھنڈے ٹھنڈے نکل اپنے گھروں کا راستہ لیا۔ شام تک مہرولی سنسان اور دہلی آباد ہوگئ۔

(مرزا فرحت الله بیگ)

نئی آواز 76

لفظ ومعنى

حوادث

بإئمال

اقتذار

نوبت خانه

سكھپال

قلمانياں

كاكل

ڑا**ب**

پیش قبض

بال
: کمربند
: کمربند
: خنجر، چھرا
: ایک قتم کی سواری جسے کہا را ٹھاتے ہیں
: احترام
: چپاول اور تیل سے بی مٹھائی ہوادار

عقيرت

اندرسے

گال کلّہ پھول والوں کی سیر

نوج : عورتوں کے روزمرہ میں شامل جس سے نا گواری کا اظہار ہوتا ہے۔

سہال : ایک قتم کی تلی ہوئی میٹھی روٹی

مزعفر : زغفرانی رنگ کا میشها بلاو

مَنْجِن : ميٹھا يلاؤ

ساقى : هقه يلانے والا

خلقت : مخلوق

فس : خوش بودار گھاس کی جڑ

باره دري : باره دروازون والامكان

چلمن : چقن، تیلیول کا بنا ہوا پر دہ

سيلا : رومال

دوشاله : برشی اونی چا در

منديل : ميزيش، رومال

گلاب یاش : وه صراحی نما برتن جس می*س عرق گلاب بهر کر چپیز* کتے ہیں

نٹھ : گلا

مهتانې : اونچا چبوترا

مصاحب : بادشاہ یا حکمراں کے خاص دوست

سيلاني : گشت كا شوقين

بجرے : (بجرا کی جمع) کشتی

نواڑے : ایک قتم کی کشتی

أتش باز : آتش بازی بنانے والا

چھلّے : چھلّا کی جمع ، انگوٹھی

نَيُّ آواز

سوالا ت

- 1۔ آخری مغل بادشاہ کے دور کی دئی کی کیا خصوصیات تھیں؟
- 2۔ مصنف نے پھول والوں کی سیر کا کیا منظر پیش کیا ہے؟
 - 3۔ مہرولی کے بازار کا کیا نقشہ تھا؟
 - 4۔ حلوس نے بادشاہ سے کیا انعام پایا؟
- 5۔ مہرولی میں شاہی دروازہ پہنچ کر باب ظفر کا کیا منظر پیش کیا گیا ہے؟
- 6۔ جوگ مایا مندر اور درگاہ شریف کا پھول والوں کی سیر سے کیا خاص تعلق ہے؟
 - 7۔ سنٹسی تالاب پر پھول والوں کی سیر کا کیا جشن ہوتا تھا؟

زبان وقواعد

- 🖈 نیچ لکھے جملوں کی وضاحت تیجیے۔
- د تی کے بادشاہ کا اقتدار ضرور کم ہوگیا مگر جوعقیدت رعایا کو بادشاہ سے تھی ، اس میں ذرّہ برابر فرق نہ آیا۔
- مہرولی کے بازار کی کچھ نہ بوچھو۔اس سرے سے اس سرے تک سارا آئینہ بندتھا۔میوے مٹھائیوں اور کھلونوں سے بازار پٹا پڑا تھا۔ کبابوں، پراٹھوں، بریانی، مزعفر آنجن سے سارا بازار مہک رہا تھا۔
- بادشاہ سلامت اوپر کی بارہ دری میں برآ مد ہوئے۔ بیگات کے لیے چلمنیں پڑ گئیں۔اب ساری بھیڑسمٹ سمٹا کریاب ظفر کے سامنے آگئی۔
- بادشاہ سلامت نے مہنا بی پر جلوس کیا۔ مصاحبوں اور دہلی کے اکثر امراوشرفا کو اوپر بلایا گیا۔سارے سیلانی تالاب کے کنارے جم گئے۔
 - 🖈 نیچے لکھے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

پائمال ہونا آئکھیں بند کرنا ٹھاٹ ہونا سر جھکانا نامراد جانا آئینہ بند ہونا پٹایڑا ہونا ٹوٹ بڑنا مجرا بجالانا پھول والوں کی سیر

غور کرنے کی بات

مرزا فرحت الله بیگ دبلی کے رہنے والے تھے۔ آخیں دبلی کی زبان پر قدرت حاصل تھی۔ اس مضمون میں اس دور کی دلّی کی تہذیبی اور معاشرتی جھلکیاں اپنی بہار دکھاتی ہیں۔ بادشاہ اور رعایا کا باہمی ربط وتعلق اور محبت دیدنی تھی۔ پھول والوں کی سیر کا مہمام کیا جاتا ہے۔ ہماری میلہ ہماری گنگا جمنی تہذیب کا نمونہ ہے۔ یہ روایت آج تک زندہ ہے۔ ہر سال پھول والوں کی سیر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہماری تہذیبی روایت کا پیشلسل ہمیں قومی ، بھائی چارہ اور مساوات کا پیغام دیتا ہے۔

مرزا فرحت الله بیگ کا بیمضمون تہذیبی اور تاریخی نوعیت کا حامل ہے جس میں اس دور کی دہلی کی زبان،روز مرّ ہ،سیر و تفریح، ماحول، ملبوسات،مشاغل کی تصویریں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں اور گزرا ہوا زمانہ زندہ ہو جاتا ہے۔

عملی کام

- 🖈 مصنف نے د تی کی معاشر تی زندگی کی جن مختلف اشیا کا ذکر اس مضمون میں کیا ہے، انھیں اپنے الفاظ میں لکھیے۔
 - 🛪 موجودہ دور میں پھول والوں کی سیر کی کیا اہمیت ہے؟ مختصراً لکھیے۔